تخریب و تحریف دین کے اسباب

(از مولوی عبدالعزیز صاحب بسکوہری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

امم سابقہ عاد و ثمود، قوم فرعون، بنو اسرائیل۔ بہت زمانہ پیشتر گذر چکی ہیں۔ مختلف ازمنہ اور متعدد اوقات میں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعدد پیغامبر و رسول سیدھی راہ دکھانے اور سچی بات بتلانے اور معبود حقیقی کے پہچنوانے کے لئے آئے اور ایک زمانہ مدید تک ان میں رہے لیکن جب ان کی آواز کو صدا بصحرا کر دیا گیا۔ اور بجائے راہ ہدایت پانے اور اچھی باتوں کے قبول کرنے کے ضد، ہٹ دھرمی۔ اور تقلید آباء زیادہ بڑھ گئی اور دین میں بیجا قیاس آرائیاں طرح طرح کی تاویلات ہونے لگیں۔ دین مسخ ہو گیا۔ تو وہی دین جو اُن کیلئے پیام رحمت بنکر آیا تھا۔ موجب عذاب بن گیا۔ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کئے گئے۔ اب انھیں پر دنیا لعنت بھیجتی ہے۔ ان کے اسباب کیا تھے وہی ضد، تقلید آباء۔ دین کی تخریب اور بدعت کا رواج کلام اللہ میں تاویلات امتثال اوامر و نواہی میں تہاون و سستی۔ احکام شرعیہ کے اجراء میں غفلت۔

اسلام چونکہ آخری مذہب تھا اور اس کا پیغام ساری دنیا کیلئے تھا۔ اکمال دین و اتمام نعمت ہو کر آنا تھا اور چونکہ اسکی امت تا قیامت باقی رہنے والی تھی اسلئے اسکو ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کو ان چیزوں سے ڈرائے اور باز رکھے جن کے باعث بہت سی سابقہ امتیں تباہ و برباد ہو چکی تھیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ قرآن جو اس بقاء دین کی اصل جڑ ہے شروع سے لیکر آخر تک اگلی امتوں کے عبرت خیز واقعات جستہ جستہ کثرت سے بیان کرتا ہے۔ کہیں قوم نوح کا بیان ہے کہیں عاد و ثمود کا بیان ہے کہیں بنو اسرائیل یہود و نصاریٰ کا قصہ ہے اور سب کا ماحصل و خلاصہ یہی ہے کہ انھوں نے کس طرح سے دین میں تحریف کی۔ کتب سماویہ میں کیونکر تاویلات کا دروازہ کھولا۔ حق کو ناحق حلال کو حرام اور حرام کو حلال کس طرح کیا اور پھر اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ اور عموماً تمثیل اور قصول کے بعد امت محمدی کو مخاطب کیا اور ان افعال سے ڈراتے ہوئے اس سے باز رہنے پر زور دیا۔ چونکہ اس فتنے کے دروازے بیشمار ہیں ان کا استقصار تو ضروری نہیں تاہم اتنا ضروری تھا کہ شارع اپنی امت کو اجمالاً اسباب تحریف سے ڈرا کر متنبہ کر دے۔ اور چند مخصوص اصول مسائل کو بیان کر دے۔

دینی اور شرعی احکام میں تہاون و سستی برتنا

اس کی حقیقت یہ ہے کہ مذہب میں ایسے ناخلف پیدا ہونے لگے جو احکام شرع کے اجراء میں غفلت برتنے لگے نماز و روزہ وغیرہ میں سستی کرنے لگے اور شہوات کی پیروی میں غرق ہو کر دین کی اشاعت کا اہتمام چھوڑ دیا۔ دینی تعلیم و تعلم کا سلسلہ چھوڑ کر فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کنارہ کش ہو گئے۔ حتیٰ کہ عام انسانی رجحان شریعت کے خلاف ہو گیا۔ بنی اسرائیل کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں چیزوں سے ڈرایا تھا اور امور دینیہ میں اس قسم کے تہاون و غفلت سے باز رہنے پر زور دیا تھا۔ انھیں کو حکم ہوا تھا وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ ۝ (بقرہ ع ۵) یعنی تم حق کو ناحق کے ساتھ مت ملتبس کرنا۔ حلال کو حرام حرام کو حلال کرکے مت دکھلانا۔ اور نماز کو نہایت حسن وخوبی سے ادا کرنا اس میں سستی مت کرنا۔ شہوات کی پیروی میں آکر انسان اپنا ضمیر تک بیچ ڈالتا ہے۔ کلام اللہ میں جب شہوات نفسانیہ کا غلبہ ہوتا ہے تو اس میں طرح طرح کی تاویلیں کرکے اُمرا کو خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حلال کو حرام۔ حرام کو حلال کردیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ان چیزوں سے بہت ڈرایا اور اس کے عواقب ونتائج سے آگاہ کیا۔ اور کہا وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۝ (بقرہ ع ۵) کہ تم اپنے نفس کی پیروی میں اور نفس کو موٹا کرنے کے لئے کلام اللہ میں تاویلات کرکے اپنے ضمیر کے موافق محض چند پیسے کے عوض اللہ کے کلام کو مت بیچنا۔ اگر تم نے ایسا کیا اور اپنی حرص وہوس کے مطابق کلام اللہ کے ساتھ برتاؤ کیا تو تباہ وبرباد کردیے جاؤگے۔ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا (بقرہ ع ۲۹) دیکھنا خبردار کلام اللہ کو مزاق مت بنانا۔ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ (بقرہ ع ۲۱) وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کو چھپاتے ہیں اور اپنے نفس کی رضا کی خاطر چند پیسے کے عوض میں کلام اللہ کو بیچ ڈالتے ہیں وہ حقیقت میں جہنم کی آگ خرید کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں لیکن جب انھوں نے اتنی تنبیہ کے باوجود اوامر ونواہی کے امتثال میں سستی کی تہاون اور غفلت سے پیش آئے حق کو ناحق حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کی طرف قدم بڑھانے لگے۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ (بقرہ ع ۶) پس ظالموں نے جو کچھ ان سے کہا گیا تھا اس کو بدل دیا۔ اور حق کو ناحق ناحق کو حق کردیا۔ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ (اعراف پ ۹) تو ہم نے ان پر طرح طرح کا عذاب بھیجدیا۔ پس معلوم ہوا کہ احکام شرع میں تہاون سے پیش آنا۔ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کو چھوڑ دینا اور کلام اللہ کو شہوات کی پیروی میں آکر طرح طرح کی تاویلیں کرکے بیچ ڈالنا بھی تخریب دین کا باعث ہے اور اسی سے دین درہم برہم ہوجاتا ہے۔

اس طرح دین میں تہاون وغفلت پیدا ہونے کی متعدد صورتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ صاحب شرع کی ہدایات کو محفوظ نہ رکھنا اور نیز سنن کو دفعات شرع سے خارج سمجھنا اور یہ کہنا کہ معرفت احکام کیلئے صرف کتب سماویہ کافی ہے اور پیغمبر اور رسول کی باتوں کا احکام اور دفعات شرعیہ میں دخل نہیں۔ اس سے بھی دین محرف ہوجاتا ہے بلکہ طرح طرح کی خرابیاں دین میں پیدا ہوکر دین کو خراب کر ڈالتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اہتمام سے اس چیز کو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو سنن کا احکامات شرع میں کوئی اعتبار نہیں سمجھتا وہ بہت جلد گمراہ ہوجائیگا چنانچہ اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے بار بار حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ لن تضلوا ما تمسکتم فیھا کتاب اللہ وسنۃ رسولہ کہ تم جبتک کتاب اللہ اور میری سنت پر قائم رہوگے گمراہ نہیں ہوسکتے ہاں اگر میری سنن کا اعتبار جاتا رہا تو بہت جلد گمراہ ہوجاؤگے فرمایا من رغب عن سنتی فلیس منی۔ افسوس، آج کتنی جماعتیں ہیں جو سنن رسولؐ کا کوئی اعتبار نہیں کرتیں۔ انھیں لوگوں کے متعلق حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ دیکھو! عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے جب طعام و شراب سے ایک بدمست انسان اپنے تخت پر بیٹھ کر کہے گا کہ تم اس قرآن کو مضبوط پکڑ لو اور اس میں جس چیز کو حرام پاؤ اسی کو حرام سمجھو اور جس شے کو حلال پاؤ اسی کو حلال سمجھو۔ حالانکہ خدا کے رسولؐ کی حرام کی ہوئی چیز بھی (جو قرآن میں مذکور نہ ہو) ویسے ہی حرام ہے جیسے اللہ کی (وہ) حرام کی ہوئی (چیز جو قرآن میں مذکور ہو) (مشکوٰۃ)

دوسری جگہ اسی کو دوسرے عنوان سے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم نہیں اٹھائے گا بلکہ علما کو اٹھالیگا اور ان کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جائیگا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا اسوقت لوگ جاہلوں کو امام بنا کر ان کی طرف رجوع کرنے لگیں گے۔ ان سے مسئلہ پوچھا جائیگا اور وہ بغیر کسی علم و بصیرت کے فتویٰ دینگے۔ خود گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔ (مشکوٰۃ)

دوسری چیز وہ اغراض فاسدہ ہیں جو لوگوں کو من گھڑت تاویلات پر آمادہ کرتے ہیں۔ خاصکر جب دین میں دولتمند اور امرا کا عنصر غالب آئے تو اس زمانے کے علما محض ان کی رضا کی خاطر کتاب اللہ میں بدنظمیاں پیدا کرتے ہیں اور بیجا تاویلات کرکے ان کے پسندیدہ مسائل مرتب کرنے لگتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین دولت کا دوسرا نام بنکر رہ جاتا ہے اور علما اسکو ایک مجبور جانور کی طرح جس طرف امرا کا اشارہ ہو اسی طرف نکیل پکڑ کر گھما دیتے ہیں۔ یہودیوں نے جب دین کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا اور اس کو اپنے اغراض فاسدہ کا ہدف بنالیا دین مسخ ہوگیا۔ قرآن نے انکی توہین کی اور کہا کہ ان کی مثال ایسی تھی کہ جیسے ایک گدھے پر ہزارہا کتابیں لاد دی جائیں اور اسکو معلوم نہ ہوسکے کہ یہ کیا چیز ہے ان سے کیا فوائد ہیں۔ ان کی مثال بہت بری ہے؟ اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ (بقرہ) وہ لوگ جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے عوض تھوڑا سا معاوضہ حاصل کرتے ہیں وہ حقیقت میں جہنم کی آگ خرید کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

تیسری چیز بھی تحریف دین کا بہت بڑا سبب ہے۔ وہ یہ کہ غیر مسلموں کی وجہ سے دین میں منکرات و فواحش کا غلبہ ہوجائے اور ائمہ شرع اس پر خاموشی اختیار کرلیں۔ قرآن تبصرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ! تم سے پہلے گذرنے والی قوموں میں ایسے ارباب خیر کیوں نہ ہوئے جو لوگوں کو ارض الٰہی میں فساد برپا کرنے سے روکتے (ہاں ایسے لوگ تو تھے) مگر بہت کم تھے جنھیں ہم نے عذاب سے بچالیا۔ رہے ظالم اور نافرمان لوگ تو وہ انھیں دنیوی لذتوں میں سرشار رہے جو انھیں دی گئی تھیں اور یہ لوگ کچھ تھے ہی بدکردار۔ (ہود) حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کے متعلق فرماتے ہیں کہ۔ انکے علماء نے انھیں برائیوں سے روکا لیکن جب وہ نہ رکے تو بجائے اسکے کہ وہ اُن سے قطع تعلق کرتے انکی مجلسوں میں اٹھتے بیٹھتے رہے اور کھاتے پیتے رہے آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے مار دیا۔

افسوس آج ہماری قوم کی کیا حالت ہے کسقدر ناجائز رسوم اور بدعات میں پھنسی ہوئی ہے ان کا طرز معاشرت

طرز عبادت۔ طرز اخلاق سب ہی خلاف شریعت ہو رہے ہیں اور ہمارے علمار کسقدر غفلت برت رہے ہیں۔ غفلت ہی نہیں بلکہ بعض تو زر کی لالچ میں حق کی آواز تک زبان پر نہیں لاتے۔ کتنے ایسے ہیں جو ان کے ان افعال پر مدد دے رہے ہیں اور اپنے حلوے مانڈے کے عوض دین بیچ رہے ہیں۔ بیشک ان کی مثال وہی ہے جو علمار بنی اسرائیل کی تھی۔ وہ اللہ کے عذاب سے ڈر جائیں۔

احکام شرعیہ میں تعمق یعنی مسائل صحیحہ کی مخالفت میں بیجا تاویلات کرنا اور بال کی کھال نکالنا اس کی بھی متعدد صورتیں ہوتی ہیں مثلاً ایک تو یہ ہے کہ شارع نے کسی چیز کا حکم دیا یا کسی ایک چیز سے روکا اب کوئی شخص اپنے ذہن کے مطابق اس حکم کا ایک معنی متعین کرے اور بعد میں اسی حکم کو اس معنی کے لحاظ سے کسی ایسی چیز پر اطلاق کر دے جسکو سمجھتا ہے کہ یہ چیز اسی پہلی چیز کے مشابہ ہے اسی طرح کوئی شخص کسی حکم کے صحیح موقع اور محل کی تمیز نہ کر سکے اور تعارض وغیرہ کے عقدۂ لاینحل میں گرفتار ہو کر اسکی تضعیف وغیرہ کرنے کی کوشش کرے اور یہ کہنے لگے کہ اس حکم میں م زیادہ تر یہ خرابی اسوقت لازم آتی ہے جبکہ اس کے ضعف سے استدلال کرنے والا کسی امام کا مقلد ہو اور امام کا فتویٰ اس روایت کے خلاف ہو۔ مثال کے طور پر یہی روایت اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث۔ کو لے لیجئے۔ صاحب شریعت نے حکم دیا کہ جب پانی دو قلّہ (یا اس سے زیادہ) ہو تو وہ نجاست کے ملجانے سے نجس نہیں ہوتا جب تک کہ نجاست کی وجہ سے اس کی بُو، یا مزہ، یا رنگ میں تبدیلی نہ آجائے۔ اب علمار حنفیہ نے اس حدیث کو اپنے مذہب کے خلاف پاکر طرح طرح کی تاویلیں توجیہیں کیں، یہانتک کہہ دیا کہ قُلّہ کا معنی ہی متعین نہیں، اس میں بہت سے احتمالات ہیں لہذا یہ حدیث قابل عمل نہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہؓ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تھی کسی نے بھی ان احتمالات کو نہ پیدا کیا اور نہ اس کو ناقابل عمل جانا۔ پس جب کبھی اس قسم کی خرابیاں دین میں پیدا ہونے لگیں تو بھی تحریف دین کا باعث ہو جاتی ہیں۔

احکام شرعیہ کے امتثال میں بیجا تشدد اور سختی برتنا یعنی امتی کا اپنے اوپر ان شاق اور مشکل عبادتوں کا اختیار کر لینا جس کا شریعت نے حکم نہ دیا ہو۔ پس جب اس قسم کی خود مزعومہ اور خود مخترعہ عبادتیں جزو دین سمجھی جانے لگتی ہیں تو دین برباد ہو جاتا ہے اور طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور پھر جب ان مشکل اور شاق عبادتوں کا اختیار کرنے والا کسی جماعت یا کسی گروہ کا امام یا پیر ہو جائے تو اس کے جہلا مقلد و پیرو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اس قسم کی عبادتیں جزو دین ہیں اور جب تک ایسی عبادتیں نہ ہوں اسلام کامل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی صحیح عبادت ہو سکتی ہے۔ اس طرح ان کے نزدیک مذہب ایک ہیبت ناک پہاڑ یا ہیبتناک دیو بنجاتا ہے جس سے ڈر کر اور پریشان ہو کر بہت سے لوگ بسبب شاق عبادتوں کے نہ ادا کر سکنے کے مذہب کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھئے انھوں نے کس قدر شاق اور مشکل عبادتوں کو اپنے اوپر خود لازم کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور پھر اسکا کیا نتیجہ ہوا۔

بانیٔ اسلام سمجھتے تھے کہ ہر طبقہ میں چند ایسے اشخاص ہوتے ہیں جو خود بخود اپنے اوپر مشکل عبادتیں اختیار کر لیتے ہیں

اور یہ چیز مسلمانوں میں بھی ہونے والی ہے چنانچہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ جیسے صحابہ کی خبر حضور کو پہنچی کہ وہ سخت عبادت و ریاضت مسلسل دن رات روزہ۔ تجرد اختیار کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو آپ نے فوراً اس سے منع کیا اور فرمایا اصل عبادت اور افضل ترین ریاضت یہ ہے کہ وقت پر کچھ خدا کی عبادت بھی ہو اور بال بچوں کی خدمت بھی ہو۔ اسی کو اللہ پسند کرتا ہے۔

آخر لا رھبانیۃ فی الاسلام اسلام میں رہبانیۃ (دنیا سے اور اس کی لذتوں سے بالکل بے تعلق ہو کر جنگل کی راہ اختیار کرنا) جائز نہیں۔ اس فرمان کا کیا مقصد تھا۔ یہی نا کہ جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے دین میں اس قسم کی رہبانیت اور تشدد پیدا کر کے ایک ناقابل قبول و ناقابل تمسک مذہب بنا ڈالا۔ جس سے وہ دین ایک غیر متناہی جنگ و جدال اور لامحدود تفرقہ بندیوں کا مرکز بن گیا۔ ایسا تم مت کرنا کیونکہ دین اور مذہب کی حقیقت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی بے مثل تعلیمات اور ہر قسم کی فطری ضروریات سے اپنے دامن کو پُر رکھے اور انسان عبادات و احکامات الٰہیہ میں اسقدر وسعت اور آسانی رکھے جس سے ہر شخص خود بخود اس کی طرف کھنچ آئے اور کوئی چیز اس سے تنفر کا باعث نہ ہو۔ لیکن جب حاملین شرع و متحملین دین اسکو بدل دیں اور مذہب کو رہبانیت اور تشدد کے زہریلے اثرات سے ملوث کر دیں تو کیا وہ دین وہی دین رہ جائیگا اور وہی اثر رکھیگا۔ نہیں۔ بلکہ اس کی اصلی روحانیت مرفوع ہو جاتی ہے اور وہ انسانی کلچر اور انسانی تمدن کے کچلنے کا ایک مہلک آلۂ کار بنا دیا جاتا ہے۔ اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا یہی معنیٰ ہے کہ علمائے یہود و نصاریٰ نے دین میں طرح طرح کی رہبانیت اور تشدد پیدا کر کے اصلی مذہب کو بگاڑ دیا، اور اب انھیں کا خود مزعومہ و خود مخترعہ قول و عمل دین ہو گیا۔

دین میں عقل اور رائے کو دخل دیکر من گھڑت احکام مرتب کرنا یعنی جاہلانہ قیاس آرائی

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص جب یہ دیکھتا ہے کہ شارع ہر ایک مقصد اور ہر ایک حکم کی تکمیل کیلئے کوئی نہ کوئی حد اور موزوں قالب معین کرتا ہے اور چونکہ وہ نگاہ نبوت کی حقیقت شناسی سے قدرتاً دور اور اس کے اسرار کے علم سے محروم رہتا ہے اسلئے چند مصلحت کو لیکر اپنے خیال۔۔۔ اور زعم کے اعتبار سے اپنی سمجھ کے مطابق دفعات شریعت اور مسائل مرتب کرنے لگتا ہے اور چونکہ وہ اسرار نبوت کی حقیقت شناسی سے قدرتاً محروم ہے اسلئے بسا اوقات عقلی گھوڑا دوڑانے میں حد سے متجاوز ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اسکے مخترعہ دفعات شرعیہ بالکل حد شرع سے غلو کر جاتے ہیں اور دین میں فتنہ و فساد کے سبب بنجاتے ہیں۔ یہودیوں کو دیکھئے انھوں نے جب دیکھا کہ شریعت نے زنا روکنے کیلئے رجم کی حد کو مقرر کیا ہے اب وہ اس کے بھید اور حقیقت نبوت سے روشناس نہ ہو سکے تو اپنے خیال کے مطابق سمجھا کہ یہ رجم کی دفعہ اسلئے ہے تاکہ زمین میں فساد نہ ہو سکے اور امن قائم رہے لیکن جب دیکھا کہ رجم سے وہ فتنہ دور نہیں ہوتا بلکہ اور جنگ و جدل کا سبب بنجاتا ہے جو کہ بدترین فساد ہے۔ اب انھوں نے اس مصلحت کو لیکر اپنے خیال کے مطابق

اپنی دفعات شرع میں تبدیل کردینا چاہا اور اسے بدلکر یہ دفعہ بنایا کہ جو اس جرم میں گرفتار ہو اس کا منہ کالا کرکے ..... کوڑا لگایا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا بالآخر قیاس پیدا کرکے دین کو محرف کرڈالا۔

ابن سیرین کا قول ہے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور سورج وچاند کی پرستش محض قیاس نے کرائی چنانچہ جب ابلیس اللہ تبارک وتعالیٰ کی مصلحت کو نہ سمجھ سکا اور قیاس کرکے فوراً حکم ربانی کا انکار کیا اور کہا کہ بھلا یہ ممکن ہے کہ وہ ذات جو آگ سے مخلوق ہو اور جس کی اصلیت رفعت ہو وہ اس ذات کے تابع اور مطیع ہو جائے جو خاک سے مخلوق ہو اور جس کی اصلیت سفلیت ہو۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ اس کا کیا نتیجہ ہوا اس نافرمانی اور نص کے مقابلے میں قیاس کرکے تاویل کرنے کا کیا اثر ہوا۔ وہ ناظرین خود فیصلہ کریں۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر تم نے قیاس سے کام لیا تو بہت جلد نافرمان بنکر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرکے رہوگے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں قصر اسلام کو ڈھادیں گی ایک عالم کی لغزش اور دوسرا منافق کا قرآن سے استدلال اور تیسرا گمراہ ائمہ کے احکام۔ مگر یہ قیاس وہ قیاس ہے جو قرآن اور حدیث سے مستنبط نہ ہو، اور نص کے مقابلہ میں ہو۔

دینی اور شرعی مسائل پر عمل کو بے دلیل اجماع کے تابع کردینا

اس کی صورت یہ ہے کہ ائمہ دین وحاملین شرع متین کا ایک گروہ جنکی اصابت رائے پر عام لوگوں کا اعتقاد ہو۔ وہ کسی چیز پر اتفاق کرلیں۔ اور لوگ محض انکے اتفاق ہی کو حجت شرعی تسلیم کرلیں اور نیز اس اجماع کی سند کتاب وسنت میں نہ ہو تو اس صورت میں یہ اتباعِ اجماع تحریف دین کا باعث ہوجاتا ہے۔ دیکھو قرآن نے اسی قسم کی اتباع کو برا کہا ہے اور مشرکین کی یہی جاہلانہ ضد اور ہٹ کہ بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا کو متعدد جگہ اہتمام سے بیان کیا ہے کیونکہ عرب زمانے سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد کسی نئی شریعت موسوی یا عیسوی کے تابع نہ ہوئے اور آخر تک ان کا اسی پر عمل رہا۔ چنانچہ جب ان کے سامنے اسلام آیا تو انھوں نے فوراً اپنے آبا کی روش کی تقلید کی اور اسی اجماع جاہلانہ کی اتباع کی۔ یہودیوں کو دیکھو جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تو انھوں نے بزعم خود ان کی نبوت کو اپنے مخترعہ معیار نبوت پر نہ پایا۔ اسلئے انکار کردیا۔ اور اس انکار پر ان کا اجماع ہوگیا اور ان کا یہ انکار ہمیشہ کیلئے ایک برہان قاطع بن گیا۔ چنانچہ جب اسلام آیا تب بھی انھوں نے اپنے سلف کی اسی روش کو اختیار کیا اور حضورؐ کی نبوت کو جھٹلایا۔ امت محمدیہ نے جس اتباع اجماع کو جائز رکھا ہے وہ وہ ہے، جس کی اصلیت اور سند کتاب اور سنت میں ہو۔

تقلید یعنی کسی امام کی باتوں کو بلا دلیلِ شرعی تسلیم کرنا۔

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی عالم دین کسی مسئلہ پر اجتہاد کرے اور اس کے متبعین محض حسن ظن کے اعتبار سے بلا دلیل وحجت یہ مان لیویں اور تسلیم کرلیویں کہ یہ